فکر و نظر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہِ رمضان ماہِ تطہیر ہے

دنیا آخرت کی کھیتی ہے:

الدنیا مزرعۃ الآخرۃ (مقاصد)

اس کی روایتی حیثیت جو کچھ ہو تاہم یہ ایک واقعہ ہے کہ: یہ دنیا کارگاہِ عمل ہے، جو کچھ آج یہاں بوئے گا کل وہی جا کر کاٹے گا۔

وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ (پ ۲۸ - حشر)

قرآن حکیم نازل ہوا کہ انسان اندھیرے میں نہ رہے اور اس کا جو بھی قدم اٹھے بے ہوشی میں نہ اٹھے، اور کل جب آنکھیں کھلیں گی، تو وہ بے خبری کا بہانہ نہ بنا سکے۔

وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَۃً وَّاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۙ اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ وَاِنۡ کُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِیۡنَ ۙ اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰہَ ہَدٰىنِیۡ لَکُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ۙ اَوۡ تَقُوۡلَ حِیۡنَ تَرَی الۡعَذَابَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ کَرَّۃً فَاَکُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ بَلٰی قَدۡ جَآءَتۡکَ اٰیٰتِیۡ فَکَذَّبۡتَ بِہَا وَاسۡتَکۡبَرۡتَ وَکُنۡتَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ۙ

(پ ۲۴ - زمر ع ۶)

اور تمہارے رب کی طرف سے (نصیحت کی) جو اچھی اچھی باتیں تم پر نازل ہوتی ہیں، ان کی پیروی کرو۔ اس سے پہلے کہ تم پر یکایک عذاب آ نازل ہو اور تم کو (اس کے آنے کی) خبر (بھی) نہ ہو (کہیں ایسا نہ ہو کہ کل) کوئی کہنے لگے کہ اے افسوس! میری اس کوتاہی پر جو میں نے پاسِ خدا (ملحوظ رکھنے) میں کی اور میں تو ہنستا ہی رہا۔ یا کہنے لگے کہ اگر خدا مجھ کو (نیک) ہدایت دیتا تو میں (بھی) متقیوں میں سے ہوتا۔ یا جب عذاب کو دیکھ کر لگے کہنے کہ اے کاش! مجھے (دنیا میں پھر لوٹ جانا نصیب) ہو تو میں (بھی) نیکوں میں سے بنوں (اس وقت خدا ان سے فرمائے گا کہ ہاں) ہاں ہمارے احکام تجھ کو پہنچے اور تو نے اس کو جھٹلایا اور اکڑ بیٹھا اور منکروں میں سے

(ایک منکر تو بھی) تھا۔

بہشت احکم الحاکمین کا ایک مقامِ قرب اور بندگانِ خدا کے لیے جائے نزول اور مقامِ طمانیت ہے۔ لیکن اس کی یہ خصوصیت ہے کہ:

اس کا ہر گوشہ بلکہ اس کا ہر ذرہ بازاری پن، غیر شائستہ حرکت، معصیتوں کی آلائش باطل اور جھوٹ کی ساری ممکن تدروں سے پاک اور منزہ ہے تو کجا وہاں اس کی بھنک بھی کانوں میں نہیں پڑے گی۔

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا (پ ۲۷۔ الواقعۃ ع ۱)

وہاں نہ تو کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ کوئی غیر شائستہ حرکت (دیکھیں گے)

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (پ ۳۰۔ نبا ع ۲)

وہاں وہ لوگ نہ تو کوئی بیہودہ بات سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ۔

معصیت، بازاری پن اور باطل کے چرکے تو دور کی بات ہے۔ اس کی نزاکتیں اور لطافتیں تو ایسی کسی لغزش کے صدور کی بھی متحمل نہیں ہیں جو بشری کمزوری کے نتیجے میں "بھولے" سے انسان سے سرزد ہو سکتی ہے، جیسا کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حادثہ میں آپ نے پڑھا ہے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلٰى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (پ ۱۶۔ طٰہٰ ع ۶)

ہم نے اس سے پہلے آدم سے ایک عہد لیا تھا تو وہ اسے بھول گئے اور ہم نے اس سلسلے میں اس کا پختہ عزم نہیں پایا تھا۔

ایسی پاک، اور معصوم جگہ صرف انہی خوش نصیبوں کے لیے ہو سکتی ہے جن کی زندگیاں پاک اور صاف ستھری ہوں گی۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (پ ۱۶۔ مریم ع ۴)

یہی وہ جنت ہے جس کا ہم صرف ان لوگوں کو وارث بنائیں گے جو پرہیزگار ہوں گے۔

گویا کہ: یہ جنت ان کے حصہ میں آئے گی جو خود یہاں سے جنت لے کر جائیں گے، جن کی زندگیاں یہاں جنتیوں جیسی نہیں ہوں گی، ان کے لیے وہ جنت کہاں؟ سورہ بنی اسرائیل میں آیا ہے۔

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى (ع ۸)

جو اس (دنیا) میں اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔

یعنی جس شخص نے حقائق دینیہ سے آنکھیں بند کیے رکھیں، اس کا یہاں بھی بُرا حال

ہوگا اور وہاں بھی۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ ع)

اور جس نے ہماری یاد سے روگردانی کی، تو اس کی زندگی گھٹن میں گزرے گی اور قیامت میں بھی ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

بعض علماء نے آیت:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (سورہ رحمٰن)

(اور جو شخص اپنے رب کے حضور پیشی سے ڈرتا رہا، اس کے لیے دو باغ (بہشت) ہیں) کے تحت لکھا ہے کہ حضرت امام ابن تیمیہ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے۔

ان فی الدنیا جنة من لم یدخلھا لم یدخل جنة الاخرة۔

اس دنیا میں (بھی) بہشت ہے، جو اس میں داخل نہ ہوا وہ اخروی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

یعنی وہ جنت وہی ہے جو یہاں سے لے کر جائے گا۔ جو جنت صرف وہاں کی پیداوار ہوگی، وہ تو بہت ہی مہنگی پڑے گی، پہلے دوزخ کی کٹھالی میں پڑنا ہوگا، جب وہ تمام میل کچیل اور نامناسب آلائشیں چھٹ جائیں گی جن کی وہ پاک سرزمین متحمل نہیں ہوسکتی تو پھر کہیں حکم ہوگا کہ اب اس میں داخل ہوسکتے ہو۔ غور فرمائیے کہ اب وہ کس بھاؤ پڑی۔

باقی رہی فی سبیل اللہ کی بہشت؟ سو وہ آپ جانتے ہیں کہ وہ تو ہمارے بابا آدم کو بھی راس نہیں آئی تھی ان کی اولاد کو کب راس آئے گی۔

ماہِ رمضان کے روزے بس اسی تطہیر (تقویٰ) کا فریضہ انجام دینے میں آپ کی مدد کو آئے ہیں۔ کہ آپ "بچ بچاؤ" کی پالیسی کے خوگر ہو جائیں، تاکہ جب آپ خدا کے حضور حاضر ہوں تو آپ صاف ستھرے ہوں اور ان تمام آلودگیوں اور تلوثیات سے پاک ہوں جو دخولِ جنت میں کسی بھی درجہ میں رکاوٹیں لگا سکتی ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (پ۲۔ بقرہ ع۲۳)

مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا، ویسے ہی تم پر فرض کیا گیا ہے

تاکہ (نامناسب امور کے ارتکاب سے) بچو۔

روزوں کے سلسلے میں بعض امور سے پرہیز کرنے کے بعد فرمایا:

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (ع۲)

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام لوگوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ (خلاف حکم کرنے سے) بچیں۔

یہ پیچ بچا یہ گیا ہے؟ وہی عمل تطہیر جس کے ذریعہ ایک انسان اپنے آپ کو گھٹیا طرزِ حیات سے پاک رکھ سکتا ہے۔ اس لیے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کا نام شہر صبر بھی رکھا ہے وهو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة (ابن خزيمة عن سلمان) صبر کے معنی ضبطِ نفس، برداشت اور ہمت نہ ہارنے کے ہیں۔ حضرت امام ابن رجب لکھتے ہیں۔

صبر تین قسم کا ہے: ایک کا تعلق اللہ کی اطاعت سے ہے (کہ ہمت نہ ہارے اور ڈٹا رہے) دوسرے کا تعلق اللہ کے محارم سے ہے (کہ جن امور کو ممنوع قرار دیا گیا ہے وہاں ضبطِ نفس سے کام لے، ان کا ارتکاب نہ کرے۔ تیسرا یہ کہ راہِ حق میں جو تکالیف پیش آتی ہیں، ان کو برداشت کرے:

الصبر ثلاثة انواع: صبر على طاعة الله و صبر على محارم الله و صبر على اقدار الله المؤلمة (بقية الانسان مکہ)

جو روزے رکھ کر تطہیر کے اس فریضہ میں ناکام رہتے ہیں، ان کے متعلق رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عطائے تو بر لقائے تو، یہ روزے اپنے گھر لے جاؤ، خدا کو ان روزوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (رواہ البخاری)

جس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ کا کام نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانے پینے سے کوئی دلچسپی نہیں۔

ابن ماجہ میں مزید ہے:

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْجَهْلَ وَالْعَمَلَ بِهٖ۔

جس شخص نے جھوٹ بولنا اور جہالت (کا نیچ) اور اس کے مطابق عمل نہ چھوڑا۔ تو خدا کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے سے کوئی دلچسپی نہیں۔

زُور سے مراد ہر باطل اور خلافِ حقیقت بات ہے، مومن کا اصلی کام حقائق کی رہنمائی اور حقیقت کے خلاف جو راہ جاتی ہو اس کا سدِ باب کرنا ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ خود ہی اس پہ عمل پیرا ہے تو ظاہر ہے کہ روزہ سے اس کو کچھ حاصل نہ ہونا چاہیے! کیونکہ روزہ سے غرض بھی تطہیر اور امساک عن الباطل تھی، اگر وہ زُور اس کی زندگی میں اب بھی بدستور زندہ و تابندہ ہے تو یہی کہنا پڑے گا کہ یہ تتی بھوکے مرنے والی بات ہے۔

جھل، نادانی اور جہالت کو "جہل" سے تعبیر کرتے ہیں، اس کی چند قسمیں ہیں۔

۱۔ ذہن کا علم سے خالی ہونا۔

۲۔ وہ افعال جو نظامِ طبعی کے خلاف جاری ہوں وہ بھی جہل کی شاخ ہیں۔

۳۔ خلافِ واقعہ کسی چیز کے متعلق رائے رکھنا۔

۴۔ کام کو جس طرح کرنا چاہیے، اس کے برعکس کرنا (راغب)

یہاں موخر الذکر تینوں مراد ہیں، اگر روزہ کے باوجود ان کا سلسلہ جاری ہے تو سمجھ لیجیے! سب کو پا کر کھو دیا۔

ایک اور روایت میں ہے:

مَنْ لَّمْ یَدَعِ الْخَنَا وَالْکَذِبَ (طبرانی۔ ابو ھریرۃ)

جس نے فحش گوئی، بکواس اور جھوٹ نہ چھوڑا۔

خنا۔ اصل میں "خنی" ہے جس کے معنی فحش گوئی ہے۔ یعنی ایسی عریاں بات کہنا جو سنجیدگی متانت، اور مقامِ عبدیت کے منافی ہو خنا کہلاتا ہے۔ روزہ کے بعد اگر سنجیدگی اور حیا کا دامن چھوٹ چھوٹ گیا تو اس نے خاک روزہ رکھا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے:

لَیْسَ الصیام من الاکل والشرب انما الصیام من اللغو والرفث (ابن حبان۔ ابو ھریرۃ)

روزہ کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں ہے، اصل روزہ لغو اور رفث سے باز رہنے کا نام ہے۔

لغو۔ واہی اور بے ہودہ بولنا اور بے ہودہ کام کرنا لغو کہلاتا ہے۔

رفث ۔ رفث ہر وہ ناشائستہ حرکت ہے جو غلط اور ناجائز امور کے لیے انگیخت کرتی ہے ۔ بالخصوص جو بات ناجائز جنسی تحریک کی موجب بنتی ہے اس کے ارتکاب کو رفث کہتے ہیں ، روزہ جس ضبطِ نفس کی داغ بیل ڈالنا چاہتا ہے ، ظاہر ہے یہ سب حرکتیں اس کے سخت منافی ہیں ۔

یہ کہنا کہ روزہ سے غرض کھانا پینا" چھڑانا نہیں ہے ۔ اس سے غرض یہ ہے کہ کھانا پینا برا نہیں ہے ۔ اب نہیں تو ذرا ٹھہر کر آخر کار کھانا ہی پڑے گا ۔ اصل میں کھانا پینا کم کر کے ان طبعی میلانات کا زور توڑنا مقصود ہے ، جو فطری حدود کو پامال کر سکتا ہے ۔ گویا کہ چند ثانیہ کے لیے ان کا چھوڑنا ، ضبطِ نفس کے لیے ایک معاون مہیا کرنا ہے ۔

غیبت ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک عہد میں دو خواتین نے روزہ رکھا مگر شدتِ روزہ سے مرنے کو تھیں ، حضور کو ان کا ماجرہ سنایا گیا تو آپ نے ان سے منہ پھیر لیا ۔ پھر صحابی نے کہا ۔ حضورؐ ! بخدا وہ مرنے کو ہیں ، اس پر آپ نے فرمایا ان دونوں کو بلالاؤ ، جب آگئیں تو آپ نے ایک برتن منگوایا ۔ پھر دونوں سے فرمایا کہ : اس میں قے کرو ، انھوں نے قے کی تو اس میں پیپ لہو اور گوشت کے تازہ ٹکڑے نکلے ۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا ۔

اِنَّ هَاتَيْنِ صَامَتَا عَمَّا اَحَلَّ اللّٰهُ لَهُمَا وَاَفْطَرَتَا عَلٰى مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا جَلَسَتْ اِحْدٰهُمَا اِلَى الْاُخْرٰى فَجَعَلَتَا تَاْكُلَانِ مِنْ لُحُوْمِ النَّاسِ (رواہ احمد عن رجل لم یسمع عن عبید)

ان دونوں نے ان چیزوں سے روزہ رکھا تھا جن کو اللہ نے ان کے لیے حلال کیا ہے اور ان چیزوں سے روزہ توڑا ہے جن کو خدا نے ان پر حرام کیا ہے ، وہ ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں (یعنی گلہ کرتی رہیں)

گو فقہاء نے چغلی کو مفسد روزہ قرار نہیں دیا تاہم ان کے نزدیک یہ ضیاعِ اجر کا موجب ضرور ہے

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان ارشاداتِ عالیہ سے واضح ہوتا ہے کہ روزہ سے اصل غرض زندگی کے ان ذمائم اور رذائل کی تطہیر ہے جن کی وجہ سے ایک انسانیت داغدار آخرت بوجھل اور خدا سے بے تعلقی بڑھتی ہے ۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ : اگر کوئی شخص روزہ دار کو برا بھلا کہے تو جوابی کارروائی سے پرہیز کرے اور یہ کہہ کر کترا جائے کہ : بھئی میں روزہ سے ہوں ۔

فَاِنْ سَابَّكَ اَحَدٌ فَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ (ابن خزیمۃ ۔ ابوھریرۃ)

ایک اور روایت میں ہے کہ : اگر کوئی آپ کو برا بھلا کہے یا کوئی زیادتی کرے اور جہالت

سے پیش آئے تو کہے کہ: میں تو روزہ سے ہوں۔

فَاِنْ سَابَّكَ اَحَدٌ اَوْ جَهِلَ عَلَيْكَ فَقُلْ اِنِّي صَائِمٌ (ابن خزیمۃ۔ ابوھریرۃ)

دراصل ضبطِ نفس کا یہ اہم موقعہ ہے، جب جذبات مشتعل ہوں، اس وقت سنجیدگی، انسانیت اور رضائے الٰہی کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کرنا نفس سے ایک بہت بڑا جہاد ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: روزہ ایک ڈھال ہے، جب تک کوئی اسے خود نہ پھاڑ ڈالے:

اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرِقْهَا (رواہ النسائی۔ ابوعبیدۃ)

کسی نے پوچھا: پھاڑنا کیا؟ فرمایا: جھوٹ بول کر یا غیبت اور گلہ کر کے۔

وَبِمَ يَخْرِقُهَا؟ قَالَ بِكَذِبٍ اَوْ غِيْبَةٍ (طبرانی۔ ابوھریرۃ)

آپ نے دیکھا ہوگا کہ:

روزہ بظاہر صرف کھانے پینے اور جنسی خواہشات کی تکمیل سے پرہیز کرنے پر زور دیتا ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ یہ سب امور "سلبی اور منفی" قسم کے ہیں۔ رات کا قیام مسنون اور مفید ضرور ہے مگر روزہ کا حصہ نہیں ہے، ہاں "ضبطِ نفس اور تطہیر کے لیے معاون ضرور ہے جیسے دوسرے اوراد و صدقات۔ یہ دوسری شے ہے۔

بہرحال بہشت پاک سرزمین ہے، دیدارِ الٰہی کا مرحلہ اس سے بھی پاک تر۔ اس لیے جو لوگ ان کے خواہش مند ہیں، انہیں، اپنے اندر ان صلاحیتوں کو اجاگر کرنا پڑے گا، جو ان کو ایسی پاکیزہ ترین دولت کا اہل بنا سکے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تو پھر سمجھ لیجیے کہ وہ احکم الحاکمین کے مقدس دربار میں گندگی میں ملوث جسم کے ساتھ حاضری دینا چاہتا ہے۔ اگر ایک شخص ایک معزز شہری کی مصفی اور ستھری قیام گاہ پر میلے کچیلے لباس اور متعفن جسم کے ساتھ جانے کو عقل و ہوش اور ذوق کا ماتم تصور کرتا ہے تو آخر وہ اس کو کیسے تصور کر سکتا ہے کہ رب العلمین کے پاک دربار میں انبیاء اور اتقیاء کے پاک دربار میں، بایں رُوسیاہی و رذائل، حاضر ہونے میں کچھ باک نہیں ہے ــــ؟

بہرحال روزہ بندوں کو بھوکوں مارنے کی سکیم نہیں ہے، بلکہ ان کو "بندہ" بنانے کی ایک مبارک تقریب ہے، تاکہ جب وہ خدا کے حضور حاضر ہوں، تو صاف ستھرا اور پاک و منزہ ہوں، ایسی عفونت اور غلاظت کو دنیا میں ہی فنا کر کے پیش ہوں جو پاک ہستی کے پاک دیار اور

قدسی صفات شہر کی لطیف نزاکتوں کے لیے غارت گر ہو سکتی ہے۔

اگر روزہ دار نے روزہ کی اس حکمت اور روح کو سمجھ کر روزہ کو سینے سے لگایا تو یقین کیجیے! ماہِ رمضان کی یہ مبارک گھڑیاں ان کو وہ بال و پر عطا کر دیں گی جو ان کو اڑا کر جنت الفردوس کے مقام رفیع پر فائز کر دیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

یہ تطہیر، ابن آدم کی آدمیت اور انسان کی انسانیت کو جلا بخشتی ہے۔ قرب و وصال کی منزلیں طے کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اور حق تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لیے سازگار فضا پیدا کر دیتی ہے ۔۔۔

جو لوگ روزہ کی اس غرض و غایت سے غافل رہ کر روزے رکھتے ہیں وہ شائد اس امر سے بے خبر ہیں کہ وہ صرف بھوکے اور پیاسے مر رہے ہیں۔ اس لیے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہایت افسوس سے فرمایا کہ:

بہت سے روزہ دار ہیں جن کو اپنے روزوں سے صرف بھوک اور پیاس حاصل ہوتی ہے اور بہت سے قیام کرنے والے ہیں جن کو صرف شب بیداری کی زحمت ہی نصیب ہوتی ہے۔

رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ (ابن ماجہ۔ ابوہریرۃ)

جامع البیان (عربی)

للشیخ معین الدین بن صفی الدین الحسنی الحسینی الایجی الشافعی

حواشی: للشیخ محمد بن عبد اللہ الغزنوی

سائز ۱۱½ × ۹ صفحات ۸۹۲ سہ قلمی کتابت آفسٹ پیپر

ریگزین کی سنہری ڈائی دار جلد دونوں حصے یکجا مجلد ہدیہ -/۱۲۰ روپے

دینی مدارس کے اساتذہ و طلبہ کے لیے خصوصی رعایت کی جائے گی۔

ملنے کے پتے:
۱۔ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۔ ۱۹ گورو نانک پورہ، گوجرانوالہ
۲۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس ۔ شیش محل روڈ ۔ لاہور